

امید بہار

زادہ شفیع



پروفیسر حمید اور بیگم شفیع آج بہت خوش تھے۔
اُن کے اکلوتے بیٹے کو بہت اچھی کمپنی میں ملازمت مل
گئی تھی۔ زوہیب کو صبح ہی تقریر نامہ موصول ہوا تھا۔
جیسے ہی پروفیسر صاحب یونیورسٹی سے لوٹے، اس نے
مشائی کا ڈبا اُن کے سامنے رکھتے ہوئے یہ خوبخبری
سانی۔ انہوں نے بیٹے کو گلے لگا کر مبارک باد دی اور
ماتحاچوما۔ ان کی آنکھوں میں شکرگزاری کے آنسوچک
رہے تھے۔ شفیع بیگم کا حال بھی ان سے مختلف نہیں تھا۔

ہو گیا۔ ماں، باپ کی دلچسپیوں کا واحد مرکز اب وہی تھا، وہ اسے دیکھے، دیکھ کر جیتے تھے، راحیل ماشاء اللہ چھ ماہ کا ہو گیا تھا جب کسی تقریب میں ایک ملنے والی خاتون نے اسے دیکھ کر کہا۔

”ارے اس کا رنگ تو بہت پیلا لگ رہا ہے، طبیعت تو نمیک ہے، یہ تو سرخ و سفید ہوتا تھا۔“ مگر اس وقت ماں نے اسے وہم سمجھ کر ہال دیا مگر اگلے پچھے ہی عرصے میں جب اکثر لوگوں نے اسی قسم کا تبرہ کیا تو انہیں بھی شک ہوا کہ واقعی اب راحیل کی رنگت اور صحت پہلے جیسی نہیں ہے۔ اگرچہ انہیں بھی محسوس ہوتا تھا مگر وقتی کمزوری سمجھ کر ٹال دیا۔ اس کا رنگ سفید ہو رہا تھا جیسے خون کی کمی ہو، وہ جلدی تھک جاتا تھا، مذہل سالیٹار ہتا۔ آخر والدین نے فصلہ کیا کہ کسی ڈاکٹر سے رائے لئی چاہیے، چنانچہ شام کو وہ اسے اپنے محلے کے ڈاکٹر کے کلینک پر لے گئے۔ ڈاکٹر نے تسلی سے ان کی بات سنی، بنچے کا معانشہ تجویز کیا۔ مزید یہ کہ خون کے شیست بھی لکھ کر دیے کہ اس کی روپورٹ پر ہی حقیقتی تشخیص ہو سکتی ہے۔

”ڈاکٹر صاحب کوئی خطرے کی بات تو نہیں؟“ انہوں نے امید سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

”آپ کل مجھے روپورٹ دکھا دیجیے گا پھر ہی میں کچھ بتاسکوں گا۔“

”شاید کوئی سکین یہماری ہے جو ڈاکٹر ابھی نہیں بتاتا چاہ رہا۔“ ان کے ذہن میں بھی بات آئی۔ بہر حال وہ یہ بارٹری میں بنچے کے خون کا نمونہ جمع کرو کر گھر آگئے گھر ساری رات سوند کے۔

اگلے دن جب راحیل کا باپ روپورٹ لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا تو ڈاکٹر نے روپورٹ دیکھ کر ایک گھری سانس لی۔

”تو میرا شک سمجھ لگا۔“

”میرے بنچے کو کیا یہماری ہے؟“ باپ کو جانے کی جلدی تھی۔

”مجھے افسوس ہے جناب، آپ کے بنچے کو خون

”بھی بخوردار، ماشاء اللہ اب تو نوکری بھی مل گئی ہے، اب اگلے مرحلے کا سوچیں؟“ زوہبیب کی اہتمام سے بنائی گئی چائے سے وہ لطف انداز ہوتے ہوئے بولے۔

”اگلا مرحلہ یعنی ترقی؟“ زوہبیب الجھا۔

”بھی نہیں..... یعنی شادی.....“ حمید صاحب مکرانے تو بیگم صاحبہ نے بھی تائید کی۔

”بھی بالکل، اب تو جلدی شادی ہو جانی چاہیے۔“ زوہبیب جیسپ گیا۔

”آپ کی نظر میں کوئی لڑکی ہے؟“ حمید صاحب نے بیگم سے پوچھا تو وہ بیٹھے کی طرف متوجہ ہو گیں۔

”بینا اگر کوئی تمہاری پسند ہو تو تاؤ۔“

”ای بھی وہ.....“ وہ زوہبیب کھک کر ان کے قریب ہوا اور ان کے گھنٹے پر با تحرکت ہوئے جمجمکتے ہوئے بولا۔ ”خالہ اینیلا کی بیٹی نیلم.....“ ابھی اس کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ شلفتہ بیگم ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے گھنٹے سے ہٹا کر انھوں کھڑی ہو گیں۔

”نہیں.....“ وہ حیران رہ گیا تھا۔ اس کی ای تو اتنی بہنوں میں اینیلا خالہ سے ہی زیادہ قریب تھیں اور نیلم تو لاکھوں میں ایک تھی۔ اس نے پریشانی سے ماں کا دھواں، دھواں ہوتا چہرہ دیکھا جن کی آنکھیں برنسے کو تیار تھیں۔ اب وہ بولیں تو لبپے شکست تھا۔

”نہیں بیٹھے، میں تمہاری شادی خاندان میں نہیں کروں گی۔“ اور روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

زوہبیب نے ہاتھی سے اپنے والد کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے پر بھی افرادگی رقم تھی۔ وہ اس کا کاندھ احتضنپا تھے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔

☆☆☆

ان کے گھر، شادی کے پانچ سال بعد اللہ کی نعمت آئی تھی جس پر وہ جتنا بھی شکر کرتے کم تھا، بنچے کا نام راحیل رکھا گیا، خاندان اور محلے میں مٹھائی پانچی گئی۔ شکرانے کے نکل ادا کیے، ساتویں دن عقیقہ بھی ملہنامہ باپا کیزہ۔ ستمبر 2018ء ۱۸۶

بڑھایا۔ وہ جانے کے لیے اٹھے تو پہلی بار ماں نے سوال کیا۔

”ڈاکٹر صاحب کیا یہ بیماری خاندان میں آپ کی شادی کی وجہ سے ہی ہوتی ہے؟“

”ہمیشہ تو نہیں مگر زیادہ تر یہی وجہ ہوتی ہے۔“
☆☆☆

راحیل کے والدین نے وہ مہنگا ثیسٹ بھی کروالیا اور ان کے بدترین خدشات درست ثابت ہوئے تھے۔ ان کا پینا واقعی **thalassemia** کا شکار تھا، ان کے لیے اس حقیقت کو تسلیم کرنا انتہائی عُسُن تھا۔ باپ کے کندھے جھک گئے۔ رو، رو کر ماں کی آنکھیں سوچ گئیں، آخر وہ دوبارہ راہیل کو لے کر محلے کے ڈاکٹر کے پاس گئے کہ اب خون کی بوٹل کپاں سے لگوائیں۔ ان کی ہدایت کے مطابق وہ راہیل کو سرکاری اسپتال لے گئے۔ وہاں بچوں کے وارڈ سے متصل **thalassemia** یونٹ بنایا گیا تھا وہاں موجود ڈاکٹر نے رجسٹر میں بچے کا اندر راج کیا اور بچے کا خون کے نمونہ نکال کر پرچی بنا کر باپ کو دی کہ بلڈ جینک سے خون لے آئے۔ بچے کو ماں کے ساتھ دارڈ میں ایک بیٹھ پر بخادا لے۔ ماں نے... پہلکل اسے آنسو پڑھ کیے اور اپنے لخت جگر کو بہلانے کی کوشش گی جو ابھی ماحول میں پریشان ہو رہا تھا۔ وہاں مختلف مدرسے کے پانچ بچے موجود تھے جن کو خون کی بوتلیں لگی ہوئی تھیں۔

اور جب راہیل کو خون کی بوٹل لگی تو ماں ۔۔ برداشت نہ ہو۔ کہا۔ بچے کو باپ کے پاس پہنچا کر، کرے سے ہاہر آگئی اور پھوٹ، پھوٹ کر رہو۔ اسے یوں رو تا دیکھ کر ایک لیڈی ڈاکٹر نے پاس رک کر پوچھا کہ ”کیا مسئلہ ہے؟“ تو اس سے جواب ہی نہیں دیا گیا پر تو اس کی تربھانی کی اور بتایا کہ ”اس کے میں کو **thalassemia** تشخیص ہوا ہے اور آج پہلی بار خون لگ رہا ہے۔“ وہ ڈاکٹر اسے اسے ساتھ کرے میں لے آئی۔ بھایا، آنسو پوچھے اور تسلی دی..... ”ویکھیں اس طرح رونے سے کوئی مسئلہ حل

مائنامہ پاکیزہ۔ ستمبر 2018ء ۱۸۷

کی بیماری ہے جسے **thalassemia** (thalassemia) کہتے ہیں۔ یہ موروثی بیماری ہے۔ اس میں خون میں موجود سرخ خلیے اپنا کام صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتے..... اور اس کا علاج بار، بار خون لگوانا ہے.....“ ڈاکٹر مزید کچھ کہتا چاہ رہا تھا مگر بچے کے باپ نے رپورٹ اس کے ہاتھ سے جھینی اور باہر نکل آیا..... غم اور غصے سے اس کا براحال تھا۔

”اوہ نہ ہے **thalassemia**، میرے بچے کو کچھ نہیں ہوا، انگلی محلے کے ڈاکٹروں کو کیا پتا..... میں کسی اچھے ڈاکٹر سے رائے لوں گا، اسی شہر (ماہر) سے۔“ موڑ سائکل بھگاتے ہوئے وہ بڑا اتارا۔ جب شام کو وہ گھر لوٹا تو شہر کے معروف ماہر امراض اطفال سے اگلے دن کا وقت لے چکا تھا۔

☆☆☆

”کیا آپ کی شادی خاندان میں ہوتی ہے؟“ بچے کے معائنے اور خون کی رپورٹ دیکھنے کے بعد ماہر امراض اطفال نے جو پہلا سوال کیا وہ وہی تھا جو ان کے محلے کے ڈاکٹرنے کیا تھا۔ انہیں اپنے قدموں تسلی سے زمین لٹکی ہوئی محسوس ہوئی۔

”نج..... جی.....“

”کیا آپ کے خاندان میں کوئی ایسا بچہ ہے جسے بار، بار خون کی بوٹل لگتی ہو؟“ محلے کے ڈاکٹر کا بھی دوسرا سوال سمجھی تھا۔ ماں نے بچے کو زور سے سمجھ لایا میں اس طرح وہ اسے بیماری سے بچا لے گی۔

”نہیں۔“ پہلکل باپ نے جواب دیا۔

”مجھے افسوس ہے کہ آپ کے بچے کو خون کی بیماری ہے۔“ اور پھر وہی تفصیل.....

”کیا آپ کو یقین ہے ڈاکٹر صاحب؟“ وہ رو

دینے کو تھا۔

”اگر مزید یقین کرنا چاہیے جس تو یہ ایک اور ثیسٹ کروالیں۔“ یہ ذرا مہنگا ہے اور کسی اچھی لیبارٹری سے ہوگا۔ انہوں نے کاغذ پر کچھ لکھ کر اُن کی طرف

پُرسرت بجھے میں بینی اور داماد کو اطلاع دی کہ ان کی بہن نے چھوٹی بینی کے لیے اپنے لائق، خوب صورت اور اعلیٰ عبده پر فائز ہیئے کارشنہ مانگا ہے۔ راجل کی ماں کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا۔ اس نے خوفزدہ نظرؤں سے اپنے شوہر کو دیکھا اور پھر بے ساختہ اپنے والدین کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے روپڑی۔

”نہیں ابوجی، اب خاندان میں شادی نہیں کرنی۔“ سب کے لیے یہ زوجہ غیر متوقع تھا۔

”آپ کھانا کھائیں پھر آرام سے بات کرتے ہیں۔“ داماد نے کھانے کی طرف توجہ دلانی گرا ب کھانے سے جی اچھا ہو گیا تھا۔

ان کے اصرار پر جب راجل کے باپ نے انہیں تحلیلیں کیے متعلق بتایا تو وہ دھک سے رہ گئے۔ ان کا لاؤ لانو اسا کس مرض کا شکار ہو گیا تھا۔

”اب ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ اپنے خاندان میں شادی نہ کریں ورنہ مزید بچے بھی متاثر ہو سکتے ہیں۔“

”کیا خون کی بوالگ لگ جانے سے متاثر ہو گیا ہے؟“ نانی نے راجل کی بلا میں لیتے ہوئے سوال کیا۔

”تو وقتی آرام ہے آئی، اب ساری عمر اسے خون کی بوالگیں ہی لگتی رہی ہیں گی۔“

”ہائے میرے اللہ!“ نانی نے بینے پر ہاتھ مارا۔ ”کیا ہر سال لگے گی؟“

”سال کہاں؟“ رنجی سی مسکراہٹ داماد کے چہرے پر آئی۔ ”ابھی تو ڈھائی تین ماہ بعد مگر آہستہ، آہستہ جب یہ بڑا ہو گا تو شاید ہر ماہ یا ماہ میں دو بار۔“ سب نے تاسف اور ہمدردی سے نخنے راجل کو دیکھا جو ہربات سے بے فکر کھلونوں سے کھینے میں مصروف تھا۔

☆☆☆

اور پھر بھی سلسلہ چلتا رہا، راجل کو دوسرا خون کی بوالگ تین ماہ بعد لگی اور پھر تو چل سوچل..... اس کی ماں کی آنکھیں بھیلی رہیں۔ نمازیں طویل اور سجدے طویل تر ہوتے گئے، ہر لمحہ دھیان اسی کی طرف رہتا۔

نہیں ہوتا، بہادر نہیں..... اچھا یہ بتائیں کتنے بچے ہیں آپ کے؟“

اور رکے ہوئے آنسو پھر بہد نکلے۔

”یہ ایک بھی پیٹا ہے، شادی کے پانچ سال بعد ہوا ہے، کتنی دعاوں کے بعد، علاج کے بعد.....“

”اللہ بہتری کرے گا، اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں، وہ اور اولاد دے گا۔“

”اور اس کو بھی بھی بیماری ہو گی؟“ مان تھی سے بولی۔

”یہ ضروری نہیں ہے، آپ کا بچہ نارمل بھی ہو سکتا ہے۔“ ڈاکٹر نے امید دلاتی۔

”کیا واقعی؟“ وہ بے یقین تھی۔

”بھی..... ہر حمل میں 25 فیصد چانس ہوتا ہے کہ بچہ نارمل ہو گا، 25 فیصد کو تحلیلیں کیا ہو گا اور باقی 50 فیصد کو کم تر درجے کا تحلیلیں کیا ہو گا جسے تحلیلیں کیا ہے۔“

”کیا مجھے بھی یہ بیماری ہے؟“

”آپ کو کم درجے کی بیماری ہے، اس میں خون کی زیادہ کمی نہیں ہوتی اس لیے آپ نارمل زندگی گزار رہی ہیں اور خون کی بوالگ لوگوں نے اسی ضرورت بھی نہیں پیش آئی۔“

”اگر میرے دوسرے بچے کو بھی بھی مسئلہ ہوا تو؟“ دل اندریشوں میں گھر گیا۔

”مجھے زیادہ تفصیلات کا علم نہیں مگر اب تو حمل کے آغاز میں ہی یہ تشخیص ہو سکتی ہے کہ رحم میں پروژش پاتا بچہ اس مرض کا شکار ہے یا نہیں آپ ایسا کیجیے کہ جیسے ہی حمل ہو تو گاہنی کی ڈاکٹر سے رابطہ کریں، وہ آپ کی بہتر رہنمائی کر سکیں گی۔“

☆☆☆

خون کی بوالگ لگنے سے راجل کی صحت بہتر ہو گئی۔ چہرے کی رنگت بھی بحال ہوئی۔ اس دن راجل کے ناتا، نانی ان کے گھر آئے ہوئے تھے۔ خاندان میں کسی کو بھی ابھی اس کی بیماری کے بارے میں خبر نہیں تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے ناتا جی نے ...
ماہنامہ پاکیزہ ستمبر 2018ء ۱۸۸

راحیل کی ماں اس صدمے پر بچھوٹ، بچھوٹ کر رہی۔ کبھی وہ اللہ سے مگل کرتی، کبھی ماں، باپ کو الزام دیتی کہ کیوں انہوں نے خاندان میں شادی کی وہ ڈیپرنسن کا شکار ہوئی اور کچھ عرصہ مابین تقاضات کے زیرِ علاج رہی۔ رفتہ، رفتہ اس کی حالت شنجھلی تک رسید جب وہ راجیل کو خون لگوانے لے کر جاتے تو اس کی سکی ہوئی مشکل دیکھ کر پھر روتا آ جاتا، وہ بہت مشکل سے آنسوؤں کو بہنے سے روکتی۔

”ماما ڈاکٹر آئی زور سے سوئی لگاتی ہیں۔ مجھے درد ہوتا ہے۔“ یا کبھی کہتا۔ ”ماما بلذہ نہ لگوا سیئں میں دوائی لپی لوں گا۔“ دیکھیں اب تو میں اپنا کھانا بھی ختم کر رہا ہوں۔ میرے اندر ازرجی آ گئی ہے۔“ مگر ہر بار اس کے دلائل کو نرمی سے رد کر کے اسے خون لگوایا جاتا۔ اب تو ہاں اس کی کچھ بچھوٹ سے دوستی بھی ہو گئی ہے۔ اور بڑا ہوا تو کہانیوں میں دچپی پیدا ہوئی۔ ماں، باپ اس کے لیے بہت سی باتیں کہانیوں کی کتابیں لے آئے۔ کہانیوں ہی کی وجہ سے وہ عدنان کی طرف متوجہ ہوا۔ عدنان وہاں آنے والے بچوں میں سب سے بڑا تھا تقریباً تیرہ سال کا۔ وہ جب بھی آتا اس کے پاس کتاب ضرور ہوتی اور بختی دیر میں خون کی بوتل ختم ہوئی اس کی کتاب بھی ختم ہو جاتی۔ راجیل ہمیشہ اس سے کوئی شکوئی کہانی سنتا اور یوں آرام سے وقت گز رجاتا۔

اس دن حبیب معمول راجیل نے کمرے میں آتے ہی عدنان کو تلاش اگر وہ کہیں نہیں تھا، اس نے نس سے پوچھا تو وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

”آج میں آپ کو کہانی سناؤں گی۔“ نس نے الماری سے کتاب نکالی۔ راجیل نگین کتاب دیکھ کر خوش ہو گیا۔ اس کی ماں کو بھی بھسخ تھا۔

”عدنان پہلا آج کیوں نہیں آیا؟“

”وہاب نہیں آتا۔“ نس نے نظریں چائمیں۔

”کیوں؟ کیا وہ نجیک ہو گیا ہے؟“ اشتیاق سے پوچھا۔ نس نے رخ پھیر لیا مگر پاس سے گزرتی ڈاکٹر نے اس کا سوال سن لیا تھا۔

راجیل دوسال کا تھا جب قدرت ان پر دوبارہ مہربان ہوئی۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق انہوں نے جلد از جلد گاتھی کی ڈاکٹر سے رابطہ کیا۔ ڈاکٹر نے سُلی سے ان کی بات سنی اور اثبات میں سر بلایا۔

”جی اب یہ ممکن ہے کہ حمل کے تیسرے ماہی میں یہ تشخیص ہو جائے کہ ہونے والا پھر ٹھیکیں یا سے متاثر ہے یا نہیں۔ مگر ہمارے پاس یہ ہولت میرنیں۔ آپ کو لا ہو رجاتا ہو گا۔“ ڈاکٹر نے ان کو لا ہو رکے اپتال کا پہاڑے دیا جہاں یہ نیٹ ہو سکتا تھا۔

☆☆☆

ایک، ایک دن سخت اضطراب میں گزار کر آخر وہ متعدد تاریخ کو اس بڑے اپتال میں موجود تھے۔ انہیں تفصیل سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ جب حمل دس ہفتوں کا ہو جائے تو ایک نازک اور بے حد ضروری نیٹ لایا جائے گا جس کی روپورٹ دو سے تین ہفتوں میں ملے گی۔ اگر بچھلیں یا کاشکار ہوا تو روپورٹ آنے کے بعد استھانک کیا جائے گا بشرطیکہ والدین راضی ہوں۔ مزید یہ کہ نیٹ کرتے ہوئے ایک فیصد خطرہ ہے کہ حمل ضائع ہو جائے گا۔ انہوں نے پوری آمادی سے دستخط کیے اور اب نیٹ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

انہیں نازک نیٹ آنول کے خلیے کامیابی سے حامل کر لیے گئے اور لیمارٹی بھیج دیے گئے۔ انہیں گھر جانے کی اجازت مل گئی۔ راجیل کی ماں کو دو دن بعد پہیت کے نچلے حصے میں درد محسوس ہوا۔ ڈاکٹر سے رابطہ کیا تو کچھ ادویات تجویز کر دیں۔ کچھ افاقت ہوا۔ دعاوں میں مزید عاجزی اور تیزی در آئی۔

”اللی اس بنجے کو اس موزی مرض سے بچا کر رکھنا۔“ ان کی دعا قبول ہوئی۔ پھر بعد ان کو روپورٹ موصول ہوئی کہ یہ بچہ صحت مند ہے مگر اسی شام نجیک ہوتا درد ایک بار پھر عودا آیا اور اپتال داخل کرنے اور ذوری طی امداد کے باوجود ڈاکٹر اس حمل کو ضائع ہونے سے نہ رہ سکے۔ وہ ان ایک فیصد میں سے تھے جن کا حمل نیٹ لینے کی صورت میں ضائع ہو جاتا ہے۔

اس حمل کو ضائع کر دیا جائے۔"

راحیل کی ماں تو صدمے کے مارے چھے جو اس میں ہی نہ تھی۔ جیسے وہ اپنال میں ہی نہیں تھی۔ کب اسے اپنال میں داخل کیا گیا؟ کیا فصلہ ہوا؟ کتنے دن وہاں رہی؟ کس نے کیا بتایا؟ اسے کچھ سمجھنیں آرہی تھی۔ مگر کافی دنوں بعد جب وہ خالی کوکھ لیے گھر واپس لوئی تو راحیل کوئینے سے لپٹائے اس نے ایک فصلہ کیا کہ آئندہ وہ پختہ ہمول ہی نہیں لے گی۔ اس کے لیے راحیل ہی کافی ہے۔

مگر انسان کے نیچے قدرت کے فیصلوں کے آگے ہارہی جاتے ہیں۔ راحیل صرف پندرہ سال کی عمر پاسکا۔ ماں، باپ اپنی انتہائی محبت، توجہ اور علاج کے باوجود وہ اس کی عمر نہ بڑھا سکے۔ ان کے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا انتہائی مشکل تھا۔ وقت گزرتا رہا اور ان کو سبھر آہی گیا اُن کے لیے یہ یقین بہت خوش کُن تھا کہ راحیل اب ہر تکلیف سے آزاد جنت میں ہرے کر رہا ہوگا اور وہ بھی مرنے کے بعد اپنے بیٹے کے ساتھ خوشنگوار دن گزار سکیں گے۔

ان کی سوتی زندگی میں ایک بار پھر بچل ہوئی اور خوف اور امید کا شکار تھے، نہ جانے اب مقدر میں کیا لکھا ہے۔ ماں نے وظائف شروع کیے، باپ نے تجہیں میں انتباہیں کیں۔ اس دفعہ وہ لاہور ٹائمیٹ کروائے بھی نہیں گئے۔ ایک، ایک دن گئن، گن کر گزر اور بالآخر وہ دن بھی آگیا جب ان کے آگنی میں اتنے برسوں بعد پنجے کی قلقاڑیاں ٹوٹ گئیں..... دل شکر سے معمور ہوئے مگر بیوں سے دعائیں جدا نہ ہو گئیں۔ کیونکہ پیدائش کے وقت تو راحیل بھی نارمل ہی تھا۔ بیماری کی تشیعس تو چھ ماہ کے بعد ہوئی تھی۔ یہ بچہ بھی جب چھ ماہ سے زیادہ کا ہو گیا تو اس کا باپ دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں سے اسے لیبارٹری لے کر گیا تاکہ خون کا نیٹ کروا سکے اور جب وہ رپورٹ لے کر گھر آیا تو دونوں میاں، بیوی زار و قطار روئے۔ یہ شکر گزاری کے آنسو تھے، ان کا پینا نارمل تھا، سو فصد نارمل.....

"آپ پہنچ میرے ساتھ آئیں۔" وہ انہیں لیے اپنے آفس میں آگئی۔ "وہ اس لیے نہیں آتا کہ اب اسے خون لگوانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ جنت میں بہت ہرے میں ہے۔"

"کیا.....؟" راحیل کی ماں کا منہ سکھے کا لکھا رہ گیا۔ حیرت، دکھ، افسوس، بے یقینی، اس کے چہرے پر رقم تھی۔ ابھی دوستخنچے پہلے تو وہ خوش و خرم راحیل کو گھبری کی کہانی سنارہ تھا۔

ڈاکٹر نے ٹھوے آنکھیں صاف کیں۔ "جب کوئی بچہ فوت ہو جاتا ہے تو ہم باقی بچوں کو بھی کہتے ہیں کہ اب وہ نہیں آتا تاکہ یہ پنجے پر بیٹھان نہ ہوں۔ یقینی عمر اللہ نے تکھی ہے وہ آرام سے گزاریں، ہم ان کے سامنے رو نہیں سکتے ورنہ یہ سب بھی روتا شروع کر دیں۔ ہمارے دل دکھتے ہیں مگر چہرے پر مسکراہٹ اور زبان پر امید بھری باتیں ہوتی ہیں۔" راحیل کی ماں نے چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ وہ ہے آواز رو رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے بار، بار ہستا مسکرا تا عدتاں آ جاتا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ دل پھٹ جائے گا۔ اتنا درد وہ کیسے سہہ پائے گی۔ اس کے رو نے میں شدت آتی تھی۔ وہ ویسے ہی رو رہی تھی جیسے چھ سال پہلے چہلی بار راحیل کو خون لگواتے وقت روئی تھی۔

☆☆☆

راحیل آٹھ سال کا تھا۔ جب ایک بار پھر اس کے والدین لاہور کے اسی اپنال میں آئے جہاں رحم میں پرورش پاتے وجوہ کی بیماری کی تشیعس ہوتا تھی۔

پچھلی بار کے تجربے سے بے حد خوفزدہ انہیں نے اپنال کے عملے سے درخواست کی کہ کوئی تجربہ کار ڈاکٹر پر شیعس لے۔ اُن کی درخواست پر عمل ہوا، وہ پتھریت گھر واپس پہنچ گرد وہستے بعد جب وہ رپورٹ لینے گئے تو ڈاکٹر کی بات سن کر ان کی آنکھوں کے سامنے اندر چیرا چھا گیا۔

"نچھے بہت افسوس ہے کہ یہ بچہ بھی آپ کے پہلے پنجے کی طرح تھیں یا کاشکار ہے اور بہتر ہے کہ

ماہنامہ پاک یونیورسٹی ستمبر 2018ء ۱۹۰

مے حواس
تی۔ کب
کتنے دن
بس آرہی
مر واپس
فیصلہ کیا
کے لیے

وں کے
سال کی
در علاج
لیے یہ
زرتا رہا
خوش کرن
سے مزے
بیٹے کے

ہوئی وہ
میں کیا
نے تجوہ
نے بھی
لآخر وہ
ل بعد
ہوئے
پیدائش
فیض تو
مزیادہ
باتھوں
کرروا
بیان،
کے، ان

یہی بیٹا "زوہبیب حید" ان کا کل سرمایہ تھا اور
انہوں نے اپنی ساری تجربیات اس پر پختاہ کر دی تھیں۔



اپنے والد کی زبانی زوہبیب یہ ساری تفصیل سن
کر کتی ہی دیر سکتے کی حالت میں بیٹھا رہا۔ وہ سوچ بھی
نہیں سکتا تھا کہ ہر دم اللہ کا شکر ادا کرنے والے اس
کے والدین کتنی آزمائشوں سے گزرے ہیں، اب وہ
بھیج سکتا تھا کہ نیلم سے شادی کی خواہش پر اس کی ماں کا
روڈیل اتنا شدید کیوں تھا۔ اس نے دوبارہ شادی کے
موضوع پر کوئی بات نہیں کی اور تکلفتے بیگم بھی دانتے اس
موضوع سے گریز ہی کر رہی تھیں۔

زوہبیب نے دفتر جانا شروع کر دیا۔ وہاں کا
ماحول خوشگوار اور دوستانہ تھا۔ بہت جلد وہ ان میں حل
مل گیا بظاہر تو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ خاندان میں شادی
نہیں کرے گا مگر نہ جانے کیوں وہ جب بھی شادی کے
تعلق سوچتا، ذہن میں نیلم ہی کا خیال آتا وہ اس خیال
کو جھٹکنا پا ہتا تھا مگر اس پر قادر نہیں تھا، اس کا ذہن بھی
متضاد کیفیات کا شکار تھا۔ وہ ماں کو دوکھی نہیں دینا چاہتا
تھا اور اپنی خواہش سے دستبرداری بھی آسان نہیں تھی۔

ایک دن دفتر میں اس کا پرانا ہم جماعت ندیم
اسے ملنے آیا۔ انہوں نے ایف الیس سی تک اکٹھے تعلیم
حاصل کی تھی پھر ندیم کا داخلہ میڈی یکل کالج میں ہو گیا تو
ان کی ملاقات کافی کم ہو گئی ہاؤس جاپ کے بعد ندیم
اگلینہ چلا گیا تو رابطہ ہونے کے برابر رہ گیا۔ اب
یوں اچا کم اس کو سامنے پا کر زوہبیب بہت خوش ہوا۔
ندیم اپنی بہن کی شادی میں شرکت کے لیے پاکستان
آیا تھا۔ اس نے زوہبیب کو کارڈ دیا اور آنے کی پُر زور
تاكید کی۔

گھر آ کر زوہبیب نے والدین کو ندیم کی بہن کی
شادی کے متعلق بتایا۔ تکلفتے بیگم نے گلہ کیا کہ ندیم اتنے
عمر سے بعد پاکستان آیا اور ان سے ملنے گھر بھی نہیں آیا
اور اسی وقت انہوں نے طے کیا کہ کل ندیم کو شام کی
چائے پر مدعا کیا جائے۔ زوہبیب نے ندیم کو فون کیا تو

دنبا کے کسی بھی گوشے میں او

گھر پہنچ زمانے حاصل ہے

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی
ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ

باقاعدی سے ہر ماہ حاصل کریں۔

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ
(بیشتر رجڑ ڈاک خرچ)

پاکستان کے کسی بھی شہر یا گاؤں کے
امروं کی نیڈ آئیں یا اور نیوزی لینڈ کیلے
بقیہ مہاک کے لیے 9,000

آپ ایک وقت میں کنی سال کے لیے
رسائل کے خرچے اڑاں سکتے ہیں۔ رقم
ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے
رجڑ ڈاک سے رسائل بھینا شروع
یا آپ کی ملحت ساپنے پر یا اس سبھی میں
یہ وہ ملک سے قاریں صرف ویزرن یا نیم
ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے
بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے

راطی: مردا شریعتس فون نمبر: 354188
سرپریشن منیج سید منیج سین 35269

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی
C-63، فیصلیش، پیس ہاؤس، اقبالی میں
فون: 00-35804300

ماہنامہ پاکیزہ — ستمبر 18

کچھ پس و پیش کے بعد وہ راضی ہو گیا۔

رات کو زوہبیب کی نظر فانکلوں کے ساتھ رکھے شادی کے کارڈ پر پڑی تو ڈنی روپھر نیلم کی جانب بھٹک گئی۔ عجیب بے بی کا سا احساس تھا کہ وہ نیلم کو شیش اپنا سکتا۔ اس نے اپنا دھیان ندیم کی طرف لگانا چاہا، وہ کتنا بدلتا گیا تھا۔ پہلے سے زیادہ وجہہ اور پر اعتماد..... اس کی بین، وہ اپنی بڑی ہو گئی ہے، پہنچن میں اس کی ضد ہوتی تھی کہ وہ بھی ندیم اور زوہبیب کے ساتھ کھلے گی اور جب وہ اسے کھلیں میں شامل نہیں کرتے تھے تو وہ تھے ہوئے اپنی اپنی کوشکایت لگاتی تھی..... زوہبیب کے ہونوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ ندیم سے اپنا مسئلہ ڈسکس کرے۔ شاید کوئی حل نکل آئے، آخر وہ ڈاکٹر ہے اور اگر حل نہ بھی انکلا اتوال کا بوجھ تو بلکہ ہو جائے گا۔

”میں کل ہی اس سے بات کروں گا۔“ وہ یہ فیصلہ کر کے مطمئن ہو گیا۔

اگلے دن حسب وعده ندیم شام کو چائے پر موجود تھا۔ ٹکفتہ نیلم نے خاصا اہتمام کر رکھا تھا۔ سب چائے سے لطف انداز ہوئے۔ ساتھ گپ شپ بھی جاری رہی۔ زوہبیب اپی، ابو کے اٹھنے کا منتظر تھا تاکہ ندیم سے مکمل کربات کر سکے۔ آخر جب اپی نے برتن سینئنے شروع کیے تو زوہبیب اسے لے کر اپنے کرے میں آگیا۔

”ندیم مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ وہ سمجھیدہ ہوا۔

”کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟“ ندیم کو اس کے انداز پر حیرت ہوئی۔

”پہلے تم میری کہانی سنو پھر بتاتا ہوں۔“ اور پھر زوہبیب نے وہ سب با تسلی دُہرادریں جو اس کے والد نے بتائی تھیں۔

”اوہ..... بہت افسوس ہوا یہ سب جان کر۔“

ندیم نے تاسف سے سر بلایا۔ ”مگر اب مسئلہ کیا ہے؟“

”میں اپنی خالہ زادے شادی کرتا چاہتا ہوں مگر امی کی قیمت پر خاندان میں شادی کے حق میں نہیں ہیں۔“

ماہنامہ پاکبزہ۔ ستمبر 2018ء۔ ۱۹۷۲۴

”ان کے دل میں خوف ہو گا کہ تمہاری اولاد کو تھیلی سیما نہ ہو۔“ ندیم نے سچے اندازہ لگایا۔

”ہاں بالکل، وہ اپنے تجربے سے بہت خوفزدہ ہیں۔“

”اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟“

”ندیم تم تو ڈاکٹر ہو، ہم سے زیادہ جانتے ہو، کیا واقعی اپنی کا خوف سچے ہے؟ اگر میں خاندان میں شادی کر لوں تو میرے بچوں کو یہ بیماری ہو جائے گی؟“

”جبیسا کہ تم نے بتایا کہ تمہارا نیٹ بالکل صحیح تھا اور تمہاری خالہ زادہ کو بھی تھیلی سیما نہیں ہے، نہیں ہے نہیں؟“

زوہبیب نے نفی میں سر ہلایا۔

”تو تمہاری اولاد کو یہ مرض نہیں ہو گا۔“

”لیکن میرے ابو، اپنی کو بھی تھیلی سیما نہیں ہے مگر ان کی اولاد کو یہ مرض ہوا۔“ زوہبیب نے اعتراض کیا۔

”کیونکہ وہ دونوں اس مرض کے carriers“

ہیں۔“ ندیم نے جواب دیا۔ زوہبیب کے چہرے پر اچھن دیکھ کر اس نے وضاحت کی۔ ”ان کو کم تر درجے کا مرض ہے یعنی thalassemia minor“

ایسے افراد نارمل زندگی گزارتے ہیں، ان میں کسی حد تک خون کی کمی رہتی ہے مگر اتنی شدید نہیں کہ جسم کو متاثر کرے لیکن اگر دو ایسے افراد کی شادی ہو تو پھیس فیصد بچوں کو thalassemia major ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، عام طور پر ہم جو تھیلی سیما کا لفظ بولتے ہیں یہ تھیلی سیما مجرکے لیے استعمال ہوتا ہے۔“

”اگر میری بیوی کو یہ کمتر درجے کا تھیلی سیما مجرکہ کا شکار ہو گا؟“

”نہیں۔“ ندیم قطعی لبکھ میں بولا۔“ ایسا کوئی خطرہ نہیں مگر تھیلی سیما مائز ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے آئندہ نسلوں میں تھیلی سیما مجرکہ کا خطرہ بڑھ جائے گا۔“

”یا راب مجھے مشورہ دو کہ میں کیا کروں؟“

”پہلے تو اپنا نیٹ دوبارہ کرواؤ تاکہ تسلی ہو جائے۔ پھر اپنی خالہ زادہ کا بھی خون نیٹ کرواؤ۔“

”میں بھلا اس کا نیٹ کیسے کرو اسکا ہوں۔“ وہ بد کا۔

امید بیان

تحمیلیسیما کے موضوع پر کچھ کام کر رہا ہوں۔" اس کی بات پر زوہب نے چوبک کر اسے دیکھا، شفقت بیگم کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا۔ حید صاحب اپنی... بے چینی چھپا کر بولے۔ "کیا کام؟" کیا اس کا علاج ذہوندر ہے ہو؟"

"اس کا علاج تو ہڈیوں کے گودے کی تبدیلی ہے یعنی bone marrow transplant لیکن پاکستان میں ابھی یہ عام نہیں ہے، اس پر لاگت بھی زیادہ آتی ہے۔ فی الحال ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ لوگوں میں یہ شعور بیدار کیا جائے کہ اس سے بچاؤ کیے ممکن ہے۔"

"سید گی کی بات سے خاندان میں شادیاں ہی نہیں کریں۔" شفقت بیگم نے ٹھنڈوں میں حصلہ لایا۔

"نہیں آئی، یہ ضروری نہیں ہے، مانا کہ خاندان میں شادی کرنے سے اس کا خطرہ بڑھ جاتا ہے لیکن یہ سمجھ لیتا کہ خاندان میں شادی نہ کرنے سے اس کا خطرہ سو فیصد مل جائے گا۔ بھی درست نہیں۔"

"تو پھر.....؟" وہ الجھکیں۔

"صحیح طریقہ یہ ہے کہ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی دونوں کے خون کا ثیسٹ کروالیا جائے۔ اگر رپورٹ نجیک ہو تو شادی کر دیں، لیکن ہمارا بیان ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں، آپ بھی اپنے ملنے پڑنے والوں کو بتائیے گا۔ شاید کسی کا بھلا ہو جائے۔" اس نے آخری جملہ زوہب کی طرف دیکھتے ہوئے ذہنی لپک میں ادا کیا اور انہیں سوچوں میں کم چھوڑ کر گیث کی طرف بڑھ گیا۔

زوہب دل میں اس کا بہت منون تھا اسے امید تھی کہ اب وہ اپنا مقدمہ بہتر انداز میں پیش کر سکتا ہے اور اس نے صدقی دل سے اللہ سے دعا کی کہ وہ خیر اور عافیت سے نیلم کو اس کی زندگی کا ساتھی بنادے۔ اس نے گیث بند کیا اور مطمئن انداز سے مکرا تا ہوا اپنے کرے کی طرف بڑھ گیا۔

"پھر آرام سے جہاں آئی کہتی ہیں وہاں شادی کرو۔" ندیم اٹھینا سے بولا۔

"کوئی حل تو سوچو یار۔" زوہب خوشامدی انداز میں بولا۔

"پہلے تو تم آئی کو قائل کرو۔"

"بہت مشکل ہے، وہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں سنیں گی۔" زوہب مایوس تھا۔

"اور انکل.....؟"

"ابو سے بات کی جا سکتی ہے۔"

"بس تو پھر نجیک ہے تم انکل سے بات کرو، وہ آئی کو قائل کر لیں گے تو خود ہی طریقے سے اس لڑکی کے والدین تک یہ بات پہنچا دیں گے۔ اگر وہ سمجھ گئے اور ثیسٹ کروانے پر راضی ہو گئے تو اچھی بات ہے پھر یہ ثیسٹ کے رزلٹ پر منحصر ہے کہ تمہاری قسمت کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔"

"شکر یہ ندیم تم نے میری کافی مشکل حل کر دی۔" زوہب نے فرط مسرت سے اسے گلے لے لیا۔ وہ مسکرا یا اور بولا۔

"اچھا بہ مجھے جانے دو، مگر میں سوکام ہیں پھر امی گھکہ کریں گی کہ دوستوں کا ہی ہو کر رہ گیا ہوں۔"

ندیم اٹھا تو زوہب بھی اس کے ساتھ ہی چل دیا تاکہ گیث تک رخصت کر آئے۔ سخن میں ندیم، انکل آئی کے پاس رکا۔

"میں اب چلتا ہوں آپ کی مزیدار چائے کا بہت شکر ہے آئی۔"

"شکر یہ کی کوئی ضرورت نہیں، تم بھی تو میرے بیٹھے ہو۔" شفقت بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اچھا انکل، اجات، اب شادی پر ملاقات ہو گی۔" آپ لوگ ضرور آئیے گا۔" اس نے حید صاحب سے ہاتھ ملاتے ہوئے تاکید کی۔

"پہلا دوبارہ بھی چکر لگانا۔" حید صاحب نے دعوت دی۔

"ابھی تو شادی کی مصروفیت ہے، دوسرے میں